

روشنی اور خوشبو

۲۵ ویں تخلیق

حیات وارثی

[illegible]

حضرت سید عبد السلام
عزوف میل بالک رحمت
اللہ علیہ کر جانب سے
کتب وارثہ کی یہ
مبصرین کاوش کر گن جو
کہ ایک سلیب پوش
گزشتہ میں ایسے وقت تھے
کامل ترین عالم باعمل
ولی فطرت جو داخل
سلسلہ حضرت عبداللہ
شاہ شہید رحمت اللہ
علیہ سے ہیں لکن اسرار
عصر کراچی میں ان کا
میرا ہے

یہ کام وارث پاک غلام
نواز عظیمہ اللہ ذکر، کیے
حکم پر کیا گیا اس کام کو
کون وارث نہیں جانتا
منسوب کر کے تو میں
حکم مرشد کا ارتکاب نا
کرتے اگر کون بھی
شخص یہ کہے کہ اس
نے ہی دی ایسا بیان تو
میں لیجیے گا کہ یہ
جعلی ہوں میرے غلام کا
کام غلامی کرنا ہے یہی
مرشد کے حکم کی
تعمیل کرنا ہے نا کہ
تعریف اور واہ واپس وصول
کرنا

برائے مہربانی سب
 دانشوں پر حکم مرشد کی
 اتباع لازم ہے جھوٹ
 بولے اور وہ اس سے ہر
 سزا کریں شکریہ





پچیسویں مظلوم تخلیق

سید حیات داری

انٹرنیشنل سید حیات داری، جنرل سکرپٹری، آل انڈیا ہندی اردو سنگرم مانج والا کھنڈو

• روشنی اور خوشبو

• سیدیات واری

• سدا شاعت ۱۹۸۶ء

• ناشر سیدتیات واری، باغ الوار، کھنؤ ۳

• قیمت: بیس روپے

• نیا ہستام، محمد رفیق خازن آل انڈیا ہندی اردو سنگم، کھنؤ

(مطبوعہ نای پریس کھنؤ)



MR. SALEEM JAFRI
DUBAI, (U.A.E.)

انتساب

اردو شعروادب کو عالمی و سعتوں سے روشناس کرانے والے:

ہندو پاک دوستی کے پیغامبر:

شرافت و خلوص کے پیکر:

بھائی سلیم جعفریؒ (عرب) (عرب)

تھے انعام

صحّت و شادمانی، عظمت و کامرانی کی
نیک خواہشات کے ساتھ:

حیات و ارنی





SYED HAYAT WARSI



सै० अली अमरफ़ी (बिधायक पीसीओन), श्री निभुवन प्रसाद तिवारी,
उप राज्यपाल पांडेनेरी, श्रीमती बिद्या तिवारी तथा सै० हयात वारसी ।



सै० हयात वारसी, महामहिम निभुवन प्रसाद तिवारी, उप राज्यपाल
पांडेनेरी तथा श्रीमती बिद्या तिवारी ।



यह प्रयोग करने योग्य (संभव, उ. म. ३३ अ. १००) है, कि स्थान बदली की पुष्टि के लिये प्रमाणों का समूह "प्रमाणों के समूह पुनर्गठन" कह सके है, जो सर्वोत्तम प्रकार की समीक्षा करनेवाले को देने का प्रयत्न है।



Figure 1. A meeting with the research team and the participants to discuss the research protocol and the data collection process.



स्वर्गीय श्रीमती इन्दिरा गांधी में० इलान लारमों की पुस्तक "उजालों के सपने" देना रही है, में० इलान लारमों के हृद् है ।



मै० इवान बारमो मातमंझी, "आल एपिटमा शिन्डी उदं संगम", २२ नवम्बर, २५ को संगम के दार्जिक कार्यक्रम में, महामहिम विभूवन प्रसाद निवासी, मय राज्यमान पांडेकरों, माननीय वीर बहादुर सिंह मुख्यमंत्री ३० प्र०, का स्वागत करने हुए।

म्याप मनि मुनेडा हूमेन, लोक आपुता ३० प्र०, शिव अचुम कड तथा सुनेर सिटीजी भी बैठे हैं।

की सहायता बिना प्रत्यक्ष प्रयोग नहीं किया। जो प्रयोग बालों को "गोद नगद" में कर रहे हैं।





१९७६, राष्ट्रपति भवन का एक बारगार चित्र—दिलान निहवी, दयाल वारसी, सदा अग्रवाणी, गुज्जर देलवी, वाजिद महरा, बेकन डल्लाही, नाजिर खानासी। वेगम आबिदा अहमद, प्रो० मुजीब, राधा रवन, जनाब फरुखद्दीन अली अहमद (नं० १०० राष्ट्रपति भारत)। वेगम अजीजा इमान, यिकन्दर अली कदर, जनाब आरिफ नसिबन्दी, नसीम मधुमरी नवा राम गुण मुजतर मुजीर खानासी, अजीद वारसी दिलान मेवहारवी, बाकुनाब लखनवी, यजमान कपूर।



MOHD. FAROOQ
TREASURER

All India Hindi-Urdu Sangam

LUCKNOW-3

ابتدائیہ

(جیون کتھا سے)

محسنہ قدوائی (وزیر شالہ پورٹ)
حکومت ہند، نئی دہلی

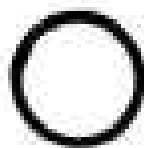
مسلم دانشوروں، ادیبوں اور شاعروں نے ہندستان کے قدیم علمی، روحانی اور ادبی صحیفوں کو زمانہ قدیم سے ترجموں کے ذریعہ دوسری زبانوں کا پیکر دینا شروع کر دیا تھا۔ مغل شہنشاہ اکبر کے عہد میں اس کام نے باضابطہ شکل اختیار کر لی۔ اکبر اعظم نے پیکر اکیدی قائم کر کے لسانی، قومی، ذہنی اور فکری ہم آہنگی کی بنیاد رکھی۔

عہد اکبری کے نامور عالم ملا عبدالقادر بدایونی نے بالیکی لاماؤں کا اسی ترجمہ کیا۔ فیضی نے "مہابھارت" اور "لیلاوتی" کا لسانی پیکر رلا۔ حضرت امیر خسروؒ، عبدالرحیم خاٹھاناں، غلام نبی رسلین اور حضرت ملک محمد جالسیؒ نے اپنی مادری زبان کے علاوہ مقامی بولیوں میں لہجہ آزمائی کر کے فکری یکجہتی کو فروغ دیا ہے۔

سید حیات وارثی بھی اسی سلسلے کے ایک مستند ادیب و شاعر ہیں۔
حیات وارثی نے قومی اتحاد اور سانی یکجہتی کے لئے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔

سید حیات وارثی صاحب بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی کئی شعری مجموعہ، کلام شائع ہو چکے ہیں، ان کی دس کتابوں پر محنت سرکاری اور عوامی اداروں سے ایوارڈ مل چکے ہیں۔ انھوں نے بھارتی آزادی کے کارناموں کو ”اجالوں کے سفیر“ کا روپ دیا۔ اس سے نہ صرف موجودہ لوگ فائدہ اٹھائیں گے بلکہ مستقبل کی نسل بھی روشنی حاصل کریں گی۔

حیات وارثی نے قدیم ہندوستانی نظریات اور بھارتی سماج بنیادی صحیفے ”لنگ پیران“ کو ”جیون گتھا“ کی شکل دے کر اردو زبان و ادب اور قومی یکجہتی کی عظیم خدمت انجام دی ہے۔
سید حیات وارثی نے بزرگوں اور صوفیوں کی تحریک کو آگے بڑھایا ہے۔ ان کی کامیاب کاوشوں کے لئے میں انھیں مبارکباد اور دعا پیش کرتی ہوں۔



حیات و ارثی

روشنی اور خوشبو کا شاعر

عمران صدیقی، دُور درشن کینڈا نئی دہلی

میشہ و نقدوں اور ہوم آمادہ مجرور کی کیفیت ادنیٰ اثرات کے بارے
 میں تو میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا، البتہ ایک ایسے شخص کے لیے جس نے شعر کو
 اپنا وسیلہ اظہار بنایا ہو اور شاعری کے معاملے سے دنیا کو اور اس کی سچائیوں
 کو سمجھنے کی کوشش کی ہو، کسی شاعر اور خاص طور سے کسی ہم عصر شاعر کے
 شعر اور اس کی فکر کے بارے میں کچھ کہنا اور کچھ کے سوا کچھ نہ کہتا ایک ایسا
 تجربہ ہے جس میں انبساط بھی ہے اور اندیشہ بھی۔ انبساط کا معاملہ تو یوں ہے
 کہ جب نفرت اور بے رشتگی، اور ظلم اور بے حسی کے ساتھ اس لیے سفر
 میں جسے زندگی کہتے ہیں، دل زندگاں اور کشنگاں کے قافلے میں اضافہ ہوتا ہے
 تو خوشی ہوتی ہی ہے اندیشے کا ذکر جو میں نے کیا ہے اس کا تعلق کسی مضمت
 سے نہیں بلکہ اس احساس سے ہے کہ کہیں شاعر کے شعر اور اس کے تجربے
 پر اپنے تاثرات بد عمل کا اظہار کرتے ہوئے اس کے ساتھ کوئی نا اہلی نہ ہو جائے
 کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شعر کوئی اشارہ، کوئی لفظ اور اس سے جڑا ہوا
 وہ سارا شعری تجربہ جسے روپ اور رنگ اور آواز دینے میں شاعر نے اپنے

خون جگر صرف کیا ہوا ہمارے لئے محض اس وجہ سے ناقابل التفات ٹھہرے
 کرم خود ان تجربوں سے مانوس نہیں، خوش نہیں، یا انھیں غیر ایم سمجھتے ہیں
 خدا سوچے تو یہ چلتا ہے کہ زندگی کی پجائیوں کی تلاش اور تجربوں کے اظہار کے
 لئے شاعری تو ایک میڈیم ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یوں بھی ہے کہ
 خود زندگی اپنے نقش ابھارنے کے لیے شاعر کو ایک میڈیم بنا لیتی ہے
 دیکھیے نظیر اکبر آبادی کہتے ہیں یہ

یوں تو ہم تھ نہ تھے مثلِ انار و متب

جب ہمیں آگ لگائی تو تماشا نکلا

تو صاحبِ خاک کا یہ آتش بہ جاں ڈھیر ہے شاعر کا ہکا کہتے ہیں
 جب زندگی کے کسی سچ، کسی تجربے سے دوچار ہوتا ہے تو سارا تماشا اُسے ہنر
 وجود میں آتا ہے۔ اب یہ مت سوچے کہ اس رقصِ شعلہ و شرر میں خاک کا ڈھیر
 خود کیسے جل کر راکھ بن جاتا ہے۔ یہ دیکھیے کہ یہ گرمی آتشاکی کا تصویر بناتی
 ہے۔ حیاتِ وارثی کی شاعری میں یہ تماشا اُسے ہنر و سخن ہے اور یہ وہ سچ
 ہے جس کی گواہی روشنی کا سفر دیتا ہے۔

ہاں اگر حیاتِ وارثی کی شاعری کے بارے میں میں کچھ کہنے کی ہوتی
 تو شاید اتنا کہ دینا کافی ہوتا کہ وہ ایک اچھے، سچے، معتبر اور درود آتشا شاعر ہیں
 انھوں نے اپنی شاعری کے لیے ایک مقصد منتخب کیا ہے۔ اور وہ مقصد ہے
 اعلیٰ انسانی قدروں کی حمایت کی ذمہ داری۔ لیکن مہربان آتا کہ دینا مجھے کچھ
 مفتیانِ ادب کا سا انداز معلوم ہوتا ہے اور چونکہ خوش قسمتی سے میں ادب کا
 مفتی نہیں ہوں۔ اس لیے یہ چاہتا ہوں کہ ایک شاعر کی حیثیت سے انسانی زندگی
 کے دکھوں کو، خوشیوں کو، اچھائیوں کو، برائیوں کو، ظلم کو، استقامت کو،

سچائی کو جھوٹ کو برتتے ہوئے، بھوگتے ہوئے اور اپنا تجربہ ذات بنا کر شعر کے وسیلے ہم تک پہنچانے میں حیات وراثی نے جو کرب اور نشاط محسوس کیا ہے اسے سمجھ سکوں اور ان کے تخلیقی عمل کے ان کے کڑوے اور میٹھے تجربوں کی تفہیم اور پہچان کی کوششیں ہیں آپ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لوں۔ دیکھیں وہ کیا چیز ہے جو شاعر کو تخلیقی توانائی اور اثر آفرینی اور اس کے ہنر کو اعتبار دیتی ہے۔

حیات وراثی کی شاعری سب سے واضح، سب سے بڑا اور سب سے زیادہ قابل لحاظ تاثر یہ دیتی ہے کہ وہ تجربوں اور مشاہدوں کی سچائی، اظہار کے خلوص اور اسلوب کی راستی اور توانائی کی شاعری ہے۔ انھوں نے جن سچائیوں کو شعری پیکر دیا ہے وہ اس لیے اہم نہیں ہیں کہ اوروں کی فکری دوس سے دور ہی ہیں۔ بلکہ اس لیے اہم ہیں کہ ان مانوس حقیقتوں کو بھی اپنا تجربہ بنا کر انھوں نے اپنے زاویے اور سچائیوں کی شناخت کے اپنے انداز کو بر ملا پیش کیا ہے۔ وہ تاثر اور رد عمل کے اظہار میں ایک خاص جراتمندی اور اعتماد رکھتے ہیں

نہ رنگ زار نہ دوری نہ دھوپ ابد نہ نگاہ
بس ایک تشنہ لبی سے سراب بنتے ہیں
طلسم تیرہ شبی ٹوٹنے ہی والا ہے
یقین کھج لینے، شب گزارتے جائیں
جو شخص چلے کہ منزل کو اپنی جادہ کرے
قیام تھوڑا کرے اور سفر زیادہ کرے

عصری شاعری میں یہ آواز اپنے تجربوں کی ندرت اور بحیدگی و تنہا داری سے زیادہ اپنی توانائی اور دلچسپی کے اعتبار پر منفرد ہے۔ ان کے تجربوں میں اور

تجربوں کے اظہار میں کوئی انفعائیت نہیں ملتی۔ وہ زندگی سے مکمل خود اعتمادی کے آنکھیں ملاتے ہیں، اور اتنے ہی خلوص اور جرأت اور ایمانداری کے ساتھ اپنے تاثر اور اپنے خیال کو حرفِ ہنر میں ڈھالتے ہیں۔
 کسی کتاب سے نوچے ہوئے سبق کی طرح
 بے دیار محبت بھی آج حق کی طرح
 ہر گزرتے لمحے نے یہ پیام چھوڑا ہے
 ان گنت مسائل ہیں اور وقت تھوڑا ہے

اور

دامن فقر میں سایہ ہے جا بگیری کا
 لیکن اکبر کی طرح دھوپ میں چل کر جانا
 حیاتِ داری نے اپنی شاعری کے لیے مقصدیت کا منصب منتخب کیا
 ہے اور وہ اس پر شرمندہ نہیں ہیں۔ شرمندہ ہوں بھی کیوں۔ وہ اپنے ہنر سے
 انسانی قدروں کے فروغ اور سماجی ذمہ داریوں کی تکمیل یا کم از کم حمایت کا
 کام لینا چاہتے ہیں۔

بھی بات تو یہ ہے کہ شعر میں مقصدیت، ایاموں کہیے کہ سماجی مقصدیت
 کی موجودگی اسے لازمی طور پر خراب شعر نہیں بناتی۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی
 شعر میں سماجی مقصدیت یا سماجی مضویت نہ ہونے سے وہ شعر لازماً اچھا شعر
 نہیں بن جاتا۔ شعر کو اچھا یا برا، سچا یا جھوٹا زاویہ نظر نہیں بناتا، تخلیقی تجربے
 کی صداقت اور شدت بناتی ہے۔

یہ سوچ کر چلے آئے ہیں بزمِ ہستی میں
 تبھی جو قرض یا تھا اتار تے جائیں

حالات کے دباؤ میں سہ
ہم ساری عمر جنگ کے میدان میں ہے
فکری سفر میں حیات داری کے ساتھ چلیں تو کھلتا ہے کہ یہ ایک دردمند
اخلاص مشرب، پرامید، انسان دوست شاعر کی ہمسفری ہے۔ ایک ایسے
مسافر کی ہمسفری ہے جسے اپنی منزل کا اور اپنے راستوں کا پتہ ہے۔ وہ
زندگی کے تماشائی نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کے وسیلے سے اس کی حرکت اس
کی جہد اس کی کشاکش میں شامل ہیں۔ انھوں نے سچائیوں کی پہچان کے
اپنے معیار بنائے ہیں اور ان پر زندگی کو پورے خلوص اور ایمانداری کے ساتھ
برستے ہیں یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ آئینہ ان کی شاعری کا سب سے محبوب
استعارہ، سب سے اہم علامت، سب سے واضح اشارہ ہے۔ یہ آئینہ استعارہ
ہے ان سچائیوں کا جن پر ان کا یقین ہے اور آئینہ علامت ہے اس دل کی
اس دنیا کی جس کی تلاش ایک شاعر کی حیثیت اور ایک انسان کی حیثیت سے
انھیں ہے۔ اور یہ آئینہ اشارہ اس حرف حق کا جو کسی یحیدگی، کسی
ابھاد، کسی ابہام اور کسی تشکیک کے بغیر وہ کہتے ہیں۔ ان کے یہ آئینے کتنے
اُجلے ہیں۔ ان میں نظر آنے والے عکس کتنے صاف ہیں، دیکھیے یہ

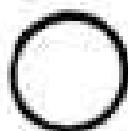
صدیوں سے روز و شب چہروں کا سفر جاری
لمحات کا آئینہ تیرا ہے اور نہ میرا ہے
خود سے ملنے کے لئے بھیس بدل کر جانا
آئینہ خانے میں جانا تو سنبھل کر جانا
ہم کسی کے عیبوں کو کیا دکھائیں آئینہ
اپنے ہی گناہوں سے ہم کو شرمساری،

چہروں کے تغیر کا احساس نہیں ہم کو
ہم جب بھی بدلتے ہیں آئینے بدلتے ہیں
جب تجربوں سے ٹوٹے توقع کے آئینے
جو مصلحت پسند تھے نقصان میں رہے

حیات وراثی نے زندگی کے ان عکس در عکس آئینوں کو اپنے خلوص فکر
دفن سے اجالا بخشا ہے، یہ ان کے ہنر کی ایک بڑی شناخت ہے۔ زندگی
کی رفتار اور انسانی قدروں کی شکست و ریخت، رستوں اور تصورات
کی آویزش اور تصادم آج سب کچھ اتنا تیز ہے کہ فکر کا اپنے محور پر قائم
رہنا محال نظر آتا ہے۔ حیات وراثی اس شکستگی سے فکر مند ہیں نہ
آئینہ دل کا حیات آپ بیا کر رکھیں
دور تک گردے گرتی ہوئی دیواروں کی

یہاں یہ دل زدہ، جان کی امان پلے تو اتنا عرض کرے کہ آئینہ
دل پر کبھی بھی گرد بھی پڑنے دی جائے اور پھر شبشبہ اُجالا بجائے
تو عکس اور محسوس واضح نکلیں گے کہ غالب نے پہلے ہی کہہ دیا ہے۔

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن رنگارنگ ہے آئینہ بادی بہاؤ کا



حیات وارثی

نوکِ قلم سے صدیوں کو کرتے رہے ایر
لیکن حیات گزری ہے لمحوں کی قید میں

لکھنؤ میں ۲۰ جولائی ۱۹۲۶ء کو سفرِ حیات کا آغاز ہوا
میرے والد محترم کا اسم گرامی سید معراج وارثی ہے۔
خاندان کی دینی علمی اور ادبی خدمات کا دائرہ صدیوں کو اپنے حصار
میں لیے ہوئے ہے۔

مورث اعلیٰ بخارا سے ترک سکونت کر کے ہندوستان آئے۔
سورت اور احمد آباد کے بعد لکھنؤ تک سلسلہ دراز ہوا۔

سید محمد نور گیلانی بخاری، سید عبدالواحد گیلانی بخاری، سید
بین العابدین بخاری، مولانا سید عبدالرسول احمد آبادی، مولانا سید
مختار الرسول سورتی، مولانا سید احمد رسول سورتی، مولانا شاہ سید
ہدایت رسول قادری لکھنوی، حافظ سید معراج وارثی سے سید محمد

سراج رسول حیات دارنی تک چار صدیوں کا علمی اور ادبی رابطہ تسلسل کے ساتھ برقرار ہے۔ اور خاندان کے بیشتر افراد اسی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ یہی سرگزشت باعث افتخار بھی ہے اور اپنی علمی قربت کا اظہار بھی میں نے ہوش سنبھالا تو گھر کی فضا کو نعت رسول کے پھولوں سے معطر پایا۔ مجھے بھی نعت گوئی کا ذوق شاہراہ سخن تک لایا ہے۔ ۱۹۵۰ء میں میں نے پہلی نعت کہی اور اپنے گھر کی محفل گیارہویں شریف میں پیش کی۔ عم معظم حضرت مولانا سید محمد عارف دارنی نے انتہائی شفقت اور محبت سے ہمت افزائی کی۔

والد محترم کے ہمراہ ۱۹۵۱ء میں گانپور مکلاکلب کے مشاعرے میں پہلی بار شریک ہوا اور حضرت جگر مراد آبادی کی صدارت میں عوامی زندگی کا آغاز کیا۔

۱۹۵۷ء میں قبلہ سراج لکھنوی کو میں نے اپنا فکری راہر بنایا اور سراج کی روشنی میں عرفان حیات حاصل ہوا۔

بے مقصد رہ نوردی کا نام آوارہ گردی ہے۔ اس لیے میں نے ابتدائی دور سے اپنے فن کو مقصدی بنانے کی کوشش کی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی آزادی اور تقسیم وطن کو میں نے ہوش سنبھالنے کی منزل میں دیکھا ہے۔ اور اس ہجانی دور کے نقوش ذہن پر اب تک باقی ہیں اسی لیے میری شاعری کے موضوعات اعلیٰ انسانی اقدار کی ضرورت، ایک جہتی اور قربت، عظمت بشر اور عزم و حوصلہ ہیں، کیونکہ انھیں جذبوں کی کمیابی نے کائنات انسانی کو جہنم زار بنا رکھا ہے۔ میں نے کئی ادبی تحریکوں کو وقت کی گرد میں غائب ہوتے دیکھا ہے

ادب برائے زندگی اور ادب برائے بندگی، ترقی پسندی اور جدیدیت
نئی شاعری اور نہ جانے کتنے ناموں سے لوگوں نے اپنی اہمیت کو تسلیم کرنا
چاہا ہے، لیکن وہی ادب اور ادیب برقرار رہے جن کے یہاں انسانی مزاج
و فطرت کی نمائندگی تھی۔ میں فن کو خانوں میں بانٹنے کا قائل نہیں ہوں۔
میرے نزدیک ہر حقیقی فنکار اپنے عہد اور ماحول کا عکاس اور ترجمان
ہوتا ہے۔

ادب یا کسی فن میں بھی تجربہ کرنے کی اجازت ہر شخص کو نہیں دی جاسکتی
ہے تجربہ بھی دی کر سکتا ہے جو اس فن کے متعلق پوری ماہرانہ لیاقت اور
صلاحیت رکھتا ہو۔ کل ادب کل کے درمیان آج ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے
اس میں سے جس کھل کو بھی الگ کر دیا جائے گا پل اپنی جگہ برقرار نہیں دھکے گا
کیونکہ ماضی کے تجربات و مشاہدات سے حال و استقبال کو تابناک بنایا
جاسکتا ہے۔ میرے نزدیک شاعر کی سب سے بڑی ذمہ داری اعلیٰ اقدار
کا فروغ اور اچھے سماج کی تعمیر کے لیے ماحول سازگار کرنا ہے اسے ذات
سے بلند ہو کر کائنات کے لیے سوچنا چاہیے کیونکہ ذات بھی کائنات کا ایک
جز ہے۔

میں بدکرداری، اذیت پسندی، غیر اخلاقی اور نفرت و
دوری پیدا کرنے والے خیالات پیش کرنے والے لوگوں کو شاعر تسلیم نہیں
کرتا۔ کیونکہ شاعر کے لیے اس عربی مقولے کا قائل ہوں۔
”الشعراء تلامذہ الرحمن“

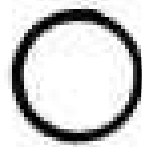
نقلی اور بھوٹی شاعری سے بچنے کی میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے
اسی لیے میرے قدم زمین پر قائم ہیں۔ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ

اپنے پورے مشاہدات و تجربات کو شعر کا پیکر دوں تاکہ غیر فطری ماحول کا احساس پیدا نہ ہو سکے۔

اب تک میری چوبیس تخلیقات شائع ہو چکی ہیں۔ انہیں علمی اور ادبی حلقوں میں جس طرح سراہا گیا ہے وہ میرے لیے باعثِ عزم و افتخار ہے۔

میرے تازہ شعری مجموعہ ”سروشنی اور خوشبو“ میں بھی آپ کو زندگی کی ہمہ رنگی شعری پیکر میں اپنی پوری خوشنمائی اور توانائی کے ساتھ نظر آئے گی۔ اگر میرے شعری آئینے میں آپ کو اپنا عکس روشن نظر آجائے تو میں اپنے آپ کو کامیاب سمجھوں گا۔

میں ہولسورج کا نمائندہ اُجالوں کا سفیر
سروشنی ملتی ہے محفل کو پگھلتا میں ہوں



دُعَائِیَا

عروج تیرہ شبی کو زوال دے یارب
مرے نصیب کا سورج اُتھال دے یارب

سفینہ غم کا بھنورے نکال دے یارب
میں ڈگمگانے لگا ہوں سنبھال دے یارب

میں خالی سیپ ہوں مالکِ موتیوں کے نواز
میں بے کمال ہوں مجھ کو کمال دے یارب

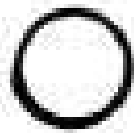
مجھے بھی کر دے عطا عشقِ مصطفیٰ کی نصیب
مرے بھی شیشہ دل کو اُجال دے یارب

تو کر بلا کی بھف کی زیارتوں سے نواز
مدینے جلنے کی حسرت نکال دے یارب

ترے علاوہ کسی اور کی طرف نہ بڑھے
کرم سے اپنے وہ دست سوال ہے یارب

کریم جس سے سرے داغِ مصیبت جل جائی
جبین کو وہ عرقِ انفعال دے یارب

رہے حیات سے سخت تر ہی رضا کے لئے
حیات کے لئے رزقِ حلال دے یارب

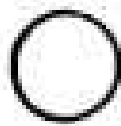


حمد

گرفت فکر و نظر میں نہ آنے والا کون
 نظامِ شمس و قمر کو چلانے والا کون
 ہے کس کے نور سے روشن ازل کا آئینہ
 بشر کو حاکم کا عرفان کس نے بخشا ہے
 پڑھایا جس نے ہمیں لا الہ الا اللہ
 ہے کس کے قبضہ قدرت میں یہ وجودِ محمد
 جس انجمن کی ہے تفسیر سورۃ الرحمن
 یہ کس نے بخشی ہے اعمالِ خیر کی توفیق
 بھٹکنے والے کو رستہ بتائیں خضر مگر
 گواہی دیتے ہیں کس کی مناظرِ عظمت
 ہے لفظِ کُن کا کرشمہ دکھانے والا کون
 زمیں کو مخزنِ نعمت بنانے والا کون
 اہل کے رُخ سے ہے پردہ ہٹانے والا کون
 ہے عرش و لوح و قلم کا بنانے والا کون
 ہے اس رسول کو آخر پڑھا نہ کو لا کون
 ہے کون مارنے والا جلائے والا کون
 اس انجمن کو ہے آخر سجانے والا کون
 رہ نجاتِ بشر کو دکھانے والا کون
 جنابِ خضر کو رستہ بتانے والا کون
 گلوں کے پردے میں، ہر سکرانے والا کون

سمندروں پہ سفینے ترے ہیں کس نے بے کشتیوں کو کنارے لگانے والا کون
 وہ کون ہے جو زمیٰ نے کو رزق دیتا ہے بھوک پیاس ہر اک کی مٹانے والا کون
 ہم اس کو کہتے ہیں خالق اسی کو قادر بھی
 علاوہ اس کے ہے جگہ کو چلانے والا کون
 شریک اس کا نہیں لا شریک ذات ہے وہ
 مثال لائے گا اس کی زمانے والا کون

مطبوعہ ماہنامہ شرفیہ مبارک پور

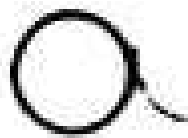


نعت مبارک

خدا کا آخری پیغام لانے والا کون
 وہ کس کے در پہ نہیں کا کوئی سونگ
 لی ہے جن کی غلامی سے عظمت شاہی
 وہ کس کی سیرتِ انور نظامِ ہستی کا
 پس کے ہجر میں سانسیں درود پر تھتی ہیں
 وہ کون جس نے دلائے حقوقِ رشتوں کے
 وہ جس نے قطروں کو پہنچا دیا سمندر تک
 وہ کون کر کے جو تصدیق بن گیا صدیق
 وہ جن کے عدل کی شہرت عرب سے تا عجم
 زمیں کو عرشِ معلیٰ بنانے والا کون
 ہے کون قاسمِ رحمتِ خزانے والا کون
 جہاں میں اُن سے ہے اونچے گھرنے والا کون
 عبادتوں کا طریقہ بتانے والا کون
 یہ ہر نفس ہے مرے یاد آنے والا کون
 ہے پستیوں سے بشر کو اٹھانے والا کون
 زمیں کے ذروں کو انجم بنانے والا کون
 فرازِ عرش پہ پہنچانے آنے والا کون
 ہے ان کو عدل کی راہیں بتانے والا کون

وہ جس کے ہاتھ کو اپنا کچے غمی بھر دے وہ نعمتوں کا خزانہ ملنے والا کون
 نہ بابِ علم کی عظمت سمجھ سکی دنیا تو شہرِ علم کی حد ہے بتلنے والا کون
 اسی کو رحمتِ عالم کہلے قرآن نے
 علاوہ ان کے ہے ربِّ ملانے والا کون
 حیاتِ انہیں سے کہو اتجا انہیں سے کرو
 مہینے ان کے سوا ہے بلانے والا کون

(مطبوعہ ماہنامہ ذوقِ نظر حیدرآباد)



علیؑ

تضمین :- علیؑ امام من است ومنم غلام علیؑ
ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

یہ جلوہ پاشی محسنِ مہِ تمام علیؑ فرارِ عرش ہے آئینہ دارِ امام علیؑ
ولا کے سیکرہ نور سے بنام علیؑ ازل کے روز ہی میں نے پہلے جہاں علیؑ

علیؑ امام من است ومنم غلام علیؑ

ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

گلِ ریاضِ نبیؐ کی شہسبم کہتے ہیں انھیں کو نازشِ باغِ نعیم کہتے ہیں
انھیں کو صبحِ وفا کی نسیم کہتے ہیں انھیں کو ہم بھی بہ فکرِ سلیم کہتے ہیں

علیؑ امام من است ومنم غلام علیؑ

ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

انھیں کی راہ کو راہِ نجات کہتے ہیں انھیں کو وجہِ سکونِ حیات کہتے ہیں
انھیں کی بزمِ کوہِ کائنات کہتے ہیں جھکا کے سر کو ادب سے یہ بات کہتے ہیں

علیؑ امام من است ومنم غلام علیؑ

ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

نہ فکر گزری محشر، نہ خوف نہ سبقت
جہاں عارض شمس لضعفی ہے پیش نظر
ہے میرے ہاتھ میں دامنِ فدا، خیر
یہ کتبہ کے جام اٹھاؤں گا میں کچھ ش

علیٰ امام من است ومنم غلام علیؑ

ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

ہمارا نام بھی لکھا ہے حق کے دفتر میں
ہماری عمر بھی گزری ہے ذکرِ سرور میں
دردِ پڑھتا ہوا یادِ روئے حیدر میں
انھوں کا قبر سے کہتا ہوا یہ محشر میں

علیٰ امام من است ومنم غلام علیؑ

ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

مجھے مٹا نہیں سکتی ہے گردشِ دوراں
کہاں کی موجِ حوادث کہاں کی باخبر
حیاتِ داری اپنا تو ہے یہی ایساں
قربِ آنہیں سکتا ہے انقلابِ جہاں

علیٰ امام من است ومنم غلام علیؑ

ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

مطبوعہ ہفت روزہ سرفراز لکھنؤ



حاصل حیات

درِ حبیب پہ جھکا جو سروہ سر بلند ہے
 زمیں کی پشتیوں کے پاس عرض کی گئی ہے
 جو بارگاہِ مصطفیٰ کے فیضیاب ہو گیا
 یہاں بھی سر بلند ہے وہاں بھی سر بلند ہے
 ازلِ جمالِ مصطفیٰ، ابدِ کمالِ مصطفیٰ
 خدا کو میرے مصطفیٰ کی ہر اداسند ہے
 نجات کی طلب ہے تو مدینۃ النبی چلو
 یہ ایک راہ چھوڑ کر ہر ایک راہ بند ہے
 تمام عظمتیں نثار ہیں اس ایک ذلت پر
 تمام کائنات کے لئے جو فکر مند ہے

طلسمِ ترگی کا اے حیات توڑ دیں گے ہم
 یہ فیضِ نورِ حق ہمارا حوصلہ بلند ہے

انشا پروردگار
 دہلی جن میں ترا لکھ ہو گیا شامل
 غزل کے جام میں دھل کر شراب بنتے ہیں
 حیاتِ دلفریب

اے وطن

اے مرے ہندوستان، میرے چمن، میرے گلن، تجھے کوئٹہ
شیو کی دھرتی، رام کے آگن، کنہیا کے چمن
نالمہ جٹی کے سکھ، حاجی وارث کے گلن
تجھے کواریپت نیپہ کی مالا، عقیدت کے سمن، تجھے کوئٹہ

تیرے دامن میں ہے گیتا، اپنشد وید اور پران
نورے قرآن کا، انجیل و گرو بانی کی شان
قومی کھیتی کے مرکز، ایکتا کا بانکپن، تجھے کوئٹہ

مرکز روحانیت ہے، گیان کا بھنڈار ہے
ناؤ کے سنسار سارا اور توپ توڑ ہے
دھیم دھیم سو فیوں، سنتوں کے پائیزہ گلن، تجھے کوئٹہ

گیت

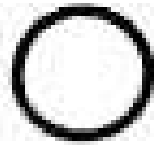
اوتلسی کے رام، اے اوتیر کے گھنشیام
 پریم کا چندن بھینٹ ہے تجھ کو اُرت من کی مالا
 تیرے کارن میں نے سیارہ جگ روٹی دیش پیالا
 مڑی منوہر، مگر دھرنا گرتے کو تیرا نام —
 اے اوتیر کے گھنشیام

پریم دیوانی جگ انجانی جائے کس کے دُوار
 یاتس نہیں ہے جس کا سا جن کیا اس کا سنسار
 ختام اچالا بن کر اُد دوارے آئی شام —
 اے اوتیر کے گھنشیام

لاج کی ماری میں بچاری تڑپت ہوں دن رین
 انگھین جھر جھر تھرنا بر سے ہر دے چنچین
 پریم بچارن تیری بھکارن ہونہ کہیں بدنام
 اے اوتیر کے گھنشیام

تیرے مکٹ کا سود بکھ ہے تلسی من آنگن کی
 تیرے مدھر مڑلی کی لے دھڑکن میرے جیون کی
 میری سانسوں کے سرگم پر ترتیہ کسے ترانا
 اے ادھیر کے گھنٹیا

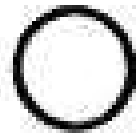
ریت کی دیکھا توڑ کے تو نے ہر لیا من چت چور
 کھوجت کھوجت اوڑھو ہی سانجھ سے ہو گئی بھوڑ
 دیکھا تجھ کو تیرے تیرے گھوئی چاروں دھام
 اے ادھیر کے گھنٹیا

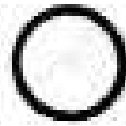


تو ہے گلشن اور تیرے سارے صوبے کیاریاں
مختلف قوموں کی دھرموں کی جہاں گلکاریاں
تو ہے تہذیبوں کا سنگم تو زبانوں کا چہستان، تجھ کو غمن

تجھ میں مانس اورید مادت کا حسن لازوال
مختلف قوموں نے مثل کر تجھ کو بخشا ہے کمال
تو ہے مانوتا کا مندر، علم و فن کی انجمن، تجھ کو غمن

(مطبوعہ قومی راج بمبئی)





تکھتیں گل کی ہیں نسبت سے مہکتا میں ہوں
روشنی اس کی ہے فانوس میں جلتا میں ہوں

اس کے جلوؤں کا بھی انداز بدل جاتا ہے
زادے جتنے لگا ہوں کے بدلتا میں ہوں

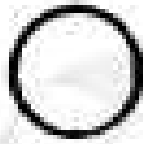
میں ہوں سورج کا نمائندہ اجالوں کا غیر
روشنی ملتی ہے محفل کو پگھلتا میں ہوں

لوگ سائے کو مرے اور بھکے سو جاتے ہیں
اور مہرا کی طرح دھوپ میں تپتا میں ہوں

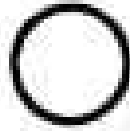
جب عمل ہے تو کوئی رد عمل بھی ہو گا۔۔۔
ہے ممکن چہروں پر احباب کے چلتا میں ہوں

لغزشوں نے مجھے بختا ہے شعورِ جادہ
 رکھڑا ہے کوئی اور سنبھلتا میں ہوں

اس تعلق کو حیات اب بھی نہ سمجھی دنیا
 ہو خمار آنکھوں میں اس کی تو سکتا میں ہوں



ڈینشل ٹیلی کاسٹ مشاعرہ جالندھر
 ٹیلیوژن پر پڑھی گئی



فصلِ شکر میں ہیں صبر کے حصار میں ہیں
جہاں گزر نہیں غم کا ہم اس دیار میں ہیں

وجودی سے عدم کو وجود ملتا ہے
میں منتظر بھی ہیں خود ہی انتظار میں ہیں

ہمیں اُجال دے پھر دیکھ اپنے جلوؤں کو
ہم آئینہ ہیں مگر پردہ غبار میں ہیں

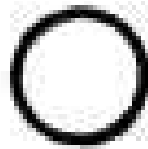
ہے اختیار میں کائنات پر حاصل
سوال یہ ہے کہ ہم کس کے اختیار میں ہیں

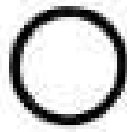
جلا کے شعلیں چلتے تو ہوتے منزل پر
وہ قافلے جو سوئے کے انتظار میں ہیں

بکھر گیا ہے کمال و ہنر کا شیرازہ
دل و دماغ معیشت کے انتشار میں ہیں

حیات کی کوئی تشریح کر نہیں سکتا
لطا فتوں کے جہاں گن کے اختصار میں

رہیں غزل شارجہ، عرب امارات کے مشاعرہ
میں پڑھی گئی،





کیا بہار کی رت ہے، اور کیا جواں ہے
دو گھڑی کا قصہ ہے، مختصر کہانی ہے

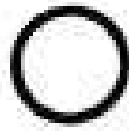
گفتگو سے ہوتا ہے شخصیت کا اندازہ
جتنا اتھلا دریا ہے اتنا تیز پانی ہے

زخم کھاتے بہتے ہیں مسکراتے رہتے ہیں
پیار کرنے والوں کی یہ ادا پرائی ہے

موت ایک وقفہ ہے پیر بن بدلنے کا
روح زندہ رہتی ہے صرف جسم فانی ہے

برف بن گئے ارباب منجمد ہوئے جذبے
زندگی کے دریا میں کتنا سر دپائی ہے

اپنے سائے سے ہم خود لے جات ڈیتے ہیں
مصلحت کی دنیا میں اتنی بدگمانی ہے



ترے عروج کا رشتہ، مرے سلام سے تھا
سحر کے رخ پہ اُجالا چراغِ شام سے تھا

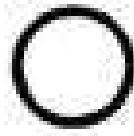
جلوس، چغیں، دھواں، شعلے، قاتلوں کی سیاہ
ہمارا جشنِ تباہی بھی اہتمام سے تھا

ہوا کے جھونکوں کو پھل پھول سے تعلق کیا
انھیں تو کامِ درختوں کے انہدام سے تھا

چراغِ تیرہ شبی، عجب اس کو کیا معلوم
ترے خیال میں کھویا ہوا جو شام سے تھا

مری صفات ہوئیں منکشف عزیزوں سے
دیارِ غیر میں جب تک تھا احترام سے تھا

گھٹا وہاں بھی برستی تھی ہستے دریا پر۔۔
جہاں تشنہ لبی میکے کے نام سے تھا



ہمارے آج کو، توکل پہ ٹالتا کیوں ہے
جو ٹوٹنا ہیں وہ شیشے اُجالتا کیوں ہے

شکتہ پانی کا احساس جاگتا کیوں ہے
تو سنگ میل سے منزل کو ناپتا کیوں ہے

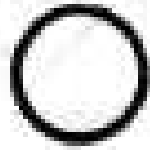
ہے آفتاب ترا، تیرے انجسم و مہتاب
اُجالا بھیک میں جگنو سے مانگتا کیوں ہے

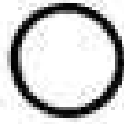
تو شہرِ علم میں آ، سچ کو جان، خود کو سمجھ
گماں کی خاک زمانے میں چھانتا کیوں ہے

اگر یقین ہے تجھے اپنی سر بلندی کا
پھر اپنے آپ کو ہر روز ناپتا کیوں ہے

دکھا دکھا کے وجود و عدم کے آئینے۔۔
جہاں کو عالم حیرت میں ڈالتا کیوں ہے

بقول اس کے اسے کوئی غم جہاں میں نہیں
مگر حیات وہ راتوں کو جاگتا کیوں ہے





جو شخص روزِ غموں کا شمار کرتا ہے
وہ زندگی سے فسرار اختیار کرتا ہے

مشاہدات سے ملتی ہے تجربوں کو جلا
جو مغبر ہے وہی اعتبار کرتا ہے

یہ بات میری سمجھ میں نہ آ سکی اب تک
فریب کھاتا ہے دل اور پیار کرتا ہے

بھٹکتا پھرتا ہے وہ گردِ کارواں کی طرح
جو دوسروں کی روش اختیار کرتا ہے

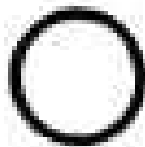
ماں گلشنِ ہستی کو آئینہ کر کے
ہنسی مہنسی میں کوئی اشکبار کرتا ہے

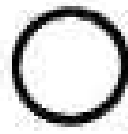
کبھی ادھر بھی جلا دے نقوشِ پاک کے چراغ
بہت دنوں سے کوئی انتظار کرتا ہے

پڑھا ہے جس نے چین کو کتاب کی صورت
خزاں کے دور کو فصل بہار کرتا ہے

حیات نامہ اعمال دیکھ کر اپنا۔
امیدِ رحمت پروردگار کرتا ہے۔

(مطبوعہ ماہنامہ رُوبی دہلی)





دل اداس کیا کرنا ، بدھو اس کیا ہونا
پھول کا مقدر ہے شاخ سے جدا ہونا

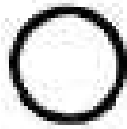
بے ثمر درختوں کو دیکھ کر نہ سمجھو گے
سلے کا گھنا ہونا شاخ کا جھکا ہونا

تذکرہ ہے دنیا کا تم کہاں غناطب ہو
پہلے بات کو سمجھو بعد میں خفا ہونا

میری ذات کے دورخ ، اختیار و مجبوری
دل کا بے طلب رہنا ، لب پہ التجا ہونا

کائنات چاہو تو اپنی ذات تک پہنچو
پہلے با خدا ہونا پھرے نا خدا ہونا

قتل کر نہیں سکتا تو ضمیر کو اپنے
لے حیات مشکل ہے تیرا بے وفا ہونا



فضلے میکدھر ہم ہے آفتاب نہ توڑ
بیکنے ولے سنبل ساغر شراب نہ توڑ

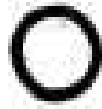
اُجالا نیند میں ہے رات آنکھیں ملتی ہے
ملن کا دقت ہے تو شاخ سے گلاب نہ توڑ

یہ موجِ تشنہ لبی تو گزر ہی جائے گی
نہ چھوڑ ضبط کو، پیمانہ حجاب نہ توڑ

سحر کی آس جلاتی ہے تیرگی میں چراغ
بھانہ پیاس مگر رشتہ سراب نہ توڑ

یقین وعدہ فردا کو مت گماں سے بدل
جھنجھوڑ کر مرے شانے ادھورے خواب نہ توڑ

نگارخانہ ہستی کا عکس ہے ان میں
تو بے نیازی سے آئینہ حجاب نہ توڑ



کھولی ہیں سوچ نے آنکھیں چہرے پر عمل کی لالی ہے
دنیا ترے خوابوں کی شاید تعمیر لکھنے والی ہے

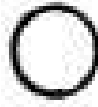
تخریب کے شعلوں میں نپ رہنے بے کندن بجلتے ہیں
پھر خاکِ نشیمن سے ہم نے بنیادِ نشیمن ڈالی ہے

چھڑی ہے فضل نے شہنائی، فطرت لیتی ہے انگڑائی
مایوس نہ ہو تاریکی سے اب رات گزرنے والی ہے

کیا روک سکیں گے پرجہ و خم، حالات بدل دیتے ہیں ہم
ہر راہ تو سمجھی ہو تجھی ہے، ہر شکل تو دیکھی بھالی ہے

انسان کے پسینے کی بوندیں تعمیر کا زینہ بنتی ہیں
جن کا محنت سے رشتہ ہے ان گھیتوں ہر مالی ہے

دولت، عمدہ درکار ہے تو بن جھوٹے جال خوشامد کر
تو سچ کا حیات اپدیش نہ دے سچ تو اس دور کی گالی ہے



زندگی ایک طلسمات کا آئینہ ہے
دن جسے کہتے ہیں وہ رات کا آئینہ ہے

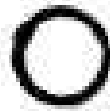
جو بھی کہنا ہو تجھے میری طرف دیکھ کر کہ
میرا چہرہ ترے جذبات کا آئینہ ہے

شخصیت میں ترے اتنی ہی چمک بھی ہوگی
جتنا روشن تری خدمات کا آئینہ ہے

عہدِ نوافظوں کے مفہوم سے واقف ہی نہیں
کتابِ عکس خیالات کا آئینہ ہے

اب بزرگوں کی دراشت بھی نہیں ہے محظوظ
دھندلا دھندلا سا ادویات کا آئینہ ہے

تیرے رخسار کا غانہ ہیں بدلتے موسم
زلفِ برہم تری برسات کا آئینہ ہے



دل دکھانا چھوڑیے اور دل ربا بن جائیے
آپ تھر کیوں بنے ہیں آئینہ بن جائیے

کھیلے موجوں سے طوفاں آشنا بن جائیے
اپنی گشتی کے لئے خود ناخدا بن جائیے

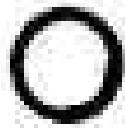
بادشاہی چاہیے، قسرب الہی چاہیے
دل میں رہیے اور ہونٹوں کی دعا بن جائیے

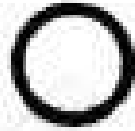
پاس دھرتی کی بجھے، خود سے تعلق بھی ہے
جب بلندی پر پہنچے تو گھٹا بن جائیے

کچے روشن چراغ رہ گزر ہر گام پر
ریگزاروں میں بھی سنسزل کا پتہ جائیے

پھول بھی کھلتے رہیں رنجے گلے ملتے رہیں
 باغِ بستی کے لیے موجِ صبا بن جائے

موسم اپنا پیر بن بدے تو حیرت کس لیے
 توڑے عہدِ وفا اور بے وفا بن جائے





جو میکدے میں بیٹھتے ہیں لڑکھڑاتے ہیں
مرا خیال ہے وہ نشنگی چھپاتے ہیں

اندھیرے اور بجائے میں جنگ جانی ہے
ہوا چراغ بھاتی ہے ہم جلاتے ہیں

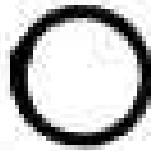
جو زندگی تری رفتار سے نہیں واقف
ہمیشہ نقش قدم سے فریب کھاتے ہیں

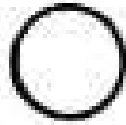
کبھی وہ جڑتے نہیں اعتبار کی صورت
جو بھول شاخ سے اک بار ٹوٹ جاتے ہیں

ذرا سادقت کے سورج نے بن جو بدلا؟
مے وجود پہ کچھ سائے سکرانے ہیں

جنہیں ستاتا ہے احساس نامرادی کا
وہ دوسروں پر بہت انگلیاں اٹھاتے ہیں

حیات جن کو شعور حیات حاصل ہے
فریب دیتے نہیں ہیں فریب کھاتے ہیں





گمان ہی گمان ہے قیاس ہی قیاس ہے
یہ دور وہ ہے جس میں ہر برنگی لباس ہے

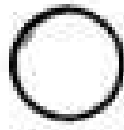
کوئی نظر اٹھا کے دیکھتا نہیں کسی طرف
ہر ایک شخص اپنی جستجو میں بدھو اس ہے

یہ اقتدار و اختیار، سب سے زندگی یہ بہار
کبھی کسی کے پاس ہے کبھی کسی کے پاس ہے

ورق ورق بلندیوں کو چھو رہی ہیں پستیاں
یہ زندگی صحیفہء عمل کا اقتباس ہے

کوئی حیات آشنا ملے تو گفتگو کریں
کوئی خودی شناس ہے کوئی خدا شناس ہے





میں ہوں وہ لفظ جو قیدِ زبان و لب میں رہا
کماں سے نکلے ہوئے تیر کی طلب میں رہا

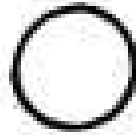
کبھی نہ ٹوٹ سکا خود فریبوں کا حصار
میں دائرے کی طرح حلقہٴ ادب میں رہا

ثبوت تھا مرے منزلِ شناس ہونے کا
زبانہ نقشبِ قدم کی طرح عقب میں رہا

میرے وجود کو گھیرے تھا مصلحت کا غبار
جمالِ صبح تھا لیکن گرفتِ شب میں رہا

ہے میری پیاس میں خود داریوں کی سیرابی
میں ایسا جام ہوں جو دستِ بے طلب میں رہا

حیاتِ شمع کی مانند بزمِ ہستی میں
جدا ہر ایک سے رہ کر شریکِ سب میں رہا



کرتے رہیں کب تک ہم دنیا تری دلداری
اب ہم سے نہیں ہوتی ہنسنے کی اداکاری

الفاظ و معانی بھی حیراں نظر آتے ہیں
کچھ اس طرح بدلا ہے مفہوم و فاداری

ہم خاک نشینوں کے قبضے میں ابھی تک ہے
سرمایہ دلداری جاگتیر رواداری

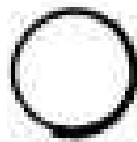
حالات کا پس منظر کردار بناتا ہے
انسان نے سیکھی ہے موسم سے اداکاری

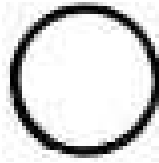
کم ظرف بناتی ہے پیاس اور بڑھاتی ہے
انسان کی مجبوری، حالات کی دشواری

ہستی کا کوئی پہلو محفوظ نہیں رہتا
شعلوں میں بدلتی ہے جب جنگ کی چمک لڑی

قارون زمانہ بھی قیمت نہ لگا پائے
ہے اتنا گراں مایہ پیرہن خود داری

تعمیر کا محور ہے ذروں کی ہم آہنگی
ہے دوش پہ لہجوں کا صدیوں سفر جاری





تمہیں دکھ کے دل داغ داغ کیا کرتا
میں دوپہر میں جلا کر چسراغ کیا کرتا

مجھے پسند ہیں خوابوں کے ادھ کھلے غنچے
اجاڑ کر میں تمنا کا باغ کیا کرتا

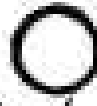
کسی طرح نہ رکی جسم و جاں کی اذانی
لگاہ و دل میں بھی سازش دماغ کیا کرتا

چلا گیا وہ اجاڑے سمیٹ کر اپنے
طویل راہ گزند بھی چسراغ کیا کرتا

نہ توڑا اس بے اب تک حیات سحرشہ
ترے وجود کو میں بے سسراغ کیا کرتا



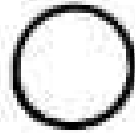
اعتماد دھوکا ہے اعتبار بھوٹا ہے
خود ہماری غفلت نے کارواں کو لوٹا ہے
کل کے ساتھ تھا جب تک موج تھا سمندر
قطرہ خود نما ہو کر جنبشوں سے ٹوٹا ہے



چھڑا ذکر میکے کا مجھے جام یاد آیا
مرا نام جس نے پوچھا ترا نام یاد آیا
کبھی سوخی صبا سے جو گلی کی نیند ٹوٹی
وہ لطیف جنبش لب وہ سلام یاد آیا



دلوں میں عزم شفق رنگ اب ضروری ہے
بدل دو فکر کا آہنگ اب ضروری ہے
حدوں سے بڑھنے لگا ہے غرورِ دہشی
نئی سحر کے لئے جنگ اب ضروری ہے



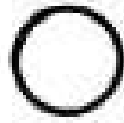
سلام کر کے ادب سے سوال کرتا تھا
وہ شخص شرح عروج و زوال کرتا تھا

جوابات کرتا تھا وہ بے مثال کرتا تھا
فریب دیتا تھا خود کو کمال کرتا تھا

وہ اپنے گلے کے اک پھول پر بے رحم دید
جو تمکنت سے چمن پائے سال کرتا تھا

نظر اٹھائی تو ایک بھیڑ تھی مسائل کی
جہاں میں آپ کو تنہا خیال کرتا تھا

مراد جو وہ ہے زخمی خود اپنے تیروں سے
ہر ایک شخص سے میں غرض حال کرتا تھا



ہم اجالوں کے لئے رات سے مکراتے رہے
رکشنی اپنے حریفوں کو بھی دکھلاتے رہے

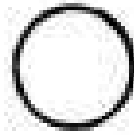
حال بکھرا کیا لمحات کے محسراؤں میں
لوگ ماضی کی حکایات کو دہراتے رہے

عزم تعمیر وطن کے سیاسی معمار
برف کی آگ سے فولاد کو پگھلاتے رہے

ہم تراشا کیے خوابوں سے عمل کے پیکر
بے عمل ذہنوں کو تعبیر دیں الجھاتے رہے

علم و ادراک یہ مضبوطی تھی جن کی گرفت
وہ علامات سے مفہوم کو سمجھاتے رہے

ہم قدم لوگوں نے وہ درس دیا ہے ہم کو
اپنے سائے سے بھی ہر موڑ پہ کھینچتے رہے



یقین کا حسن گماں میں دکھائی دیتا تھا
وہ جب بھی اپنے ستم کی صفائی دیتا تھا

حسد کا ، طنز کا ، تنقید کا نشانہ رہا
ہجوم سے میں الگ کیوں دکھائی دیتا تھا

مصاحبت نہ کبھی اس سے ہو سکی میری
مجھے خودی کے عوض جو خدائی دیتا تھا

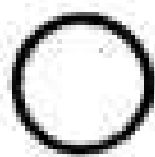
مکان کس نے جلائے تھے کون تھا قاتل
تمام شہر تو اپنی صفائی دیتا تھا

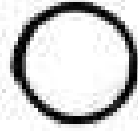
اسی کو قتل کیلئے خدا پرستوں نے
جو لے کے نام خدا کا مادہائی دیتا تھا

وہ شخص الجھا ہوا ہے طلسم دنیا میں
جو سب کو دعوتِ عقدہ کشائی دیتا تھا

جہاں میں لشکرِ غم کو شکست دے کوئی
زمانہ آگے ہمیں کو بدھائی دیتا تھا

حیات اب طلبِ التفات ہے اس کو
جو سب کو تحفہ ہے اعتنائی دیتا تھا





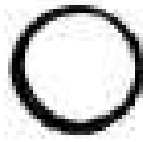
کسی کتاب سے نوحے ہوئے ورق کی طرح
ہے بے دیار محبت بھی آج حق کی طرح

ہیں آج سارے قیافہ شناس حیرت میں
ہر ایک چہرہ ہے اک جملہ اُدق کی طرح

نہ انے ساتھ اجالا ہے اور نہ تاریکی۔
بکھر گئے ہیں فضاؤں میں ہم شفق کی طرح

صدا بھٹکتی رہی قہقہوں کے جنگل میں
میں اپنا حال سنایا کیا سبق کی طرح

میں کہے کرتا مکمل نقوشِ سستی کے
رُخِ حیات بدلتا رہا افق کی طرح



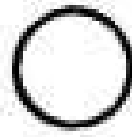
پیارا، ایثار، قناعت ہیں خزانے میرے
مجھ کو جی بھر کے نوازا ہے خدا نے میرے

میں نے گرتے ہوئے لوگوں کو نبھالا کیوں تھا
بس اسی جرم میں کلٹے گئے شانے میرے

پھیل سکتا تھا میں خوشبو کی طرح گلشن میں
مجھ کو محدود کیا عہد وفا نے میرے

مصلحت کو شے سے دم گھٹتا ہے اب اے دنیا
مجھ کو کوٹا دے خیالات پرانے میرے

غم کے شعلوں میں مگن تھا میں سمندر کی طرح
رات بھر روتی رہی شمع سرہانے میرے



ہمسایے دیدہ و دل کا جواب بنتے ہیں
وہ آئینے جو ترا انتخاب بنتے ہیں

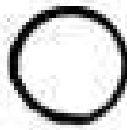
وہ جن خیالوں کے پکر نہ ہم تراش سکے
وہ لاشعور میں گم ہو کے خواب بنتے ہیں

ہے میری ذات سے تیرے وجود کی تکمیل
الگ ہیں جُز ہیں، ملیں تو کتاب بنتے ہیں

نہ رنگ زار نہ دوری، نہ دھوپ اور نہ نگاہ
بس ایک تشنہ لبی سے سراب بنتے ہیں

جو چھین لیتے ہیں ہونٹوں سے جراتِ اظہار
وہ ضابطے سببِ انقلاب بنتے ہیں

عجیب بات ہے وہ جب بھی سامنے آئے
حیات اپنے ہی آنسو حجاب بنتے ہیں



کتابِ زیست سمجھنے کا جو ارادہ کرے
وہ تجرباتِ گزشتہ سے استفادہ کرے

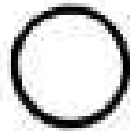
جو چاہتا ہے کہ منزل کو اپنی جادہ کرے
قیامِ قصور اکرے اور سفر زیادہ کرے

ایسے ہو نہیں سکتے پیار کا جذبہ
یہ وہ عمل ہے جو انسان بے ارادہ کرے

حمیت سکتا ہے بھرنے ہوئی مسرت کو
جو اپنے دامنِ احساس کو کشادہ کرے

طلب ہے گل کی توخاروں سے اجتناب کر
وہ جس کو چاہے اسی پرستم زیادہ کرے

حیاتِ خواب ہے اور خواب کی حقیقت کیا
سمجھیں بتاؤ کہ انسان کیسے وعدہ کرے



غیر کی مانند اپنا قتل خود دیکھا کیے
چند گھروں کے لیے دریا کو ہم بچا کیے

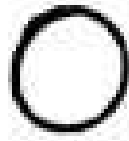
جسم کے فانوس میں پگھلا کیا اپنا وجود
خود بکھر کر دوسروں کو روشنی بانٹا کیے

اے زمانے آج ان سے اتنی پردہ داریاں
مدتوں جو بن کے آئینہ تجھے دیکھا کیے

دھوپ نے فصلوں کے دروازے مقفل کر دیے
اور سادن کو ٹھیوں کے لان پر برسا کیے

نا تراشیدہ ہیں اب بھی ان کتابوں کے ورق
عمر بھر ہم جن کی تشریحات میں ابجھا کیے

اے حیات آئینہ خانے میں مقید ہو کے ہم
اپنے کو دیکھا کیے اپنے لیے سوچا کیے



کہنے والے زخمی ہیں سننے والے گھائل ہیں
تیرے پاس اے دنیا کس قدر مسائل ہیں

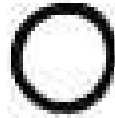
مصلحت نے بخشی ہے دوسری شخصیت ہم کو
دوستی کے قائل ہیں، دشمنی پہ مائل ہیں

خشک لب زمینوں سے کس طرح ملیں بادل
موسموں کی دیواریں راستوں میں حائل ہیں

عقل کی کمانوں میں تیرے جوڑ کر اٹے
ہم شکار کی دھن میں خود کشی پہ مائل ہیں

جستجوئے پن کی ارتقا کا محور ہے
ہم بھی اس مغولے کے اے حیات قائل ہیں





حالات کے دباؤ سے ہیسجان میں رہے
ہم ساری عمر جنگ کے میدان میں رہے

تنہائی ملتی اور کبھی خود کو بھی دیکھتے
مدت گزر گئی اسی ارمان میں رہے

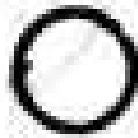
جب تجربوں سے لڑے تو قلع کے آئینے
جو مصطوت پسند تھے نقصان میں رہے

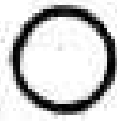
ان کے نقوش ابھرے ہیں قرطاسِ وقت پر
با اختیار ہو کے جو اوسان میں رہے

ہم اپنی سطح چھوڑ کے تم تک نہ آ سکے
لمحاتِ انتقام تو امکان میں رہے

لوٹا نہیں ہے شہرِ نگاراں سے رابطہ
غائب کی طرح ہم بھی بیاہاں میں رہے

لفظوں کے دائروں میں سمیٹے حیات کو
حیرت زدہ سے دہر کے ایوان میں رہے





جہاں کے تلخ حقائق سے جو کبیدہ رہے
وہ جستجوئے مسرت میں آب دیدہ ہے

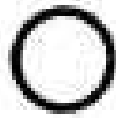
زمین سے جن کی جڑیں رابطہ بڑھانہ سکیں
بہار میں بھی وہ پودے خزاں رسیدہ ہے

جو خود سری میں ترے دے کے معترف نہ ہوئے
نہ جانے کتنے دروں پر وہ خمیدہ رہے

کنہیا ہوا ہے زمانہ تو اس میں حیرت کیا
پھر کے تجھ سے خود اپنے سے ہم کشیدہ ہے

حکاکے نہ کبھی قیمت اک تبسم کی
چمن میں غنچہ و گل پیرہن دیدہ رہے

حیات جب غم جاناں ہے مقصد ہستی
زباں پہ عشرتِ دوراں کا کیوں قصیدہ رہے



تجھ سے نظر ملی ترے پیکر میں کھو گئے
ہم روشنی کے گہرے سمند میں کھو گئے

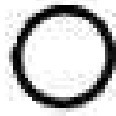
نکلے حرم سے صنعت آذر میں کھو گئے
دن سے بچے تو رات کے منظر میں کھو گئے

گھیرے ہیں ہر طرف سے مسائل کی فائلیں
جذبے ہمارے زیست کے دفتر میں کھو گئے

موسم کے سرد گرم کا احساس کیا ابھیں
جو اپنے گھر میں شام سے بستر میں کھو گئے

کتنے ہی چاند اس افق کا نونات سے
حالات و حادثات کی چادر میں کھو گئے

کیا فکرِ نو کی ہوتی حیات ان کی جستجو
جو اپنے ہی خیال کے محور میں کھو گئے



میخانہٴ حیات کا انجام دے گیا
وہ مجھ کو ایک ٹوٹا ہوا جام دے گیا

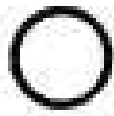
وہ فکر و فن کو جذبہٴ بے نام دے گیا
غزلوں کو میری پیکر اسیا دے گیا

آیا تھا ساتھ لے کے وہ سونغا سحر کی
رخصت ہوا تو تحفہٴ ادہا دے گیا

ظاہر ہوئے نہ چہرے سے دل کے تاثرات
خبروں پہ تبصرہ بھی بہت کا دے گیا

صبا، شباب، قوس و قزح روشنی گلاب
ہر شخص تجھ کو ایک نیا نام دے گیا

دنیا کی نفسیات سمجھ میں نہ آ سکی
ہر آدمی حیات کو الزام دے گیا



ہوس و عشق میں اک جنگ رہی ہے برسوں
اہل الفت پہ زمیں تنگ رہی ہے برسوں

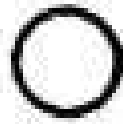
تیری نظروں سے ہم آہنگ رہی ہے برسوں
ننگانی مئے گل رنگ رہی ہے برسوں

اک نظر دیکھا تھا فطرت کا وہ شہکارِ جمیل
چشمِ نظارہ مگر رنگ رہی ہے برسوں

ضبطِ غم دیکھ کہ تجھ سے کبھی شکوہ نہ کیا
آرزو دل کی شفق رنگ رہی ہے برسوں

بے غم دوست تجھے اپنا بنانے کے لئے
غمِ دوراں سے مری جنگ رہی ہے برسوں

آج تم ہو تو ہر اک ذرہ کشادہ دل ہے
یہی دنیا کی روشنی تنگ رہی ہے برسوں



خراج گردشِ دوراں کو یوں دیا جائے
ہوائے گرم کو بادِ صبا کہا جائے

غموں کا زہر بنے زندگی کا سرمایہ
سرتوں کا اگر تجزیہ کیا جائے

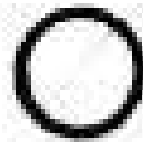
ہے توڑنا کسی صورتِ غرورِ طوفاں کا
کنارے لاکے سفینہ ڈبو دیا جائے

بہا کے لے گیا سیلابِ وقت کا ان کو
جو بیٹھے سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے

پرکھ لو جس کو بھی حالات کی کسوٹی پر
وہ نقشِ پا کی طرح ساتھ چھوڑا جائے

سلوکِ اہلِ وفا دیکھ کر یہ سوچا ہے
خود اپنے آپ کو اب بے وفا کہا جائے

حیاتِ اس کی کھٹک تا حیات رہتی ہے
وہ فیصلہ کہ جو عجلت میں کر لیا جائے





محدود دنیا ہی کے صنم ٹوٹ رہے ہیں
تاریک اجالوں کے بھرم ٹوٹ رہے ہیں

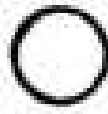
اس دور کی بدلی ہوئی رفتار کا عالم
شیشوں کی طرح نقشِ قدم ٹوٹ رہے ہیں

تشنہ ہے مراجعہ تو کچھ غم نہیں ساقی
یہ غم ہے کہ رندوں کے بھرم ٹوٹ رہے ہیں

اس راز کو اربابِ سیاست سے پوچھو
کیوں رابطہ دیر و حصرم ٹوٹ رہے ہیں

یہ زیست ہے یاریت کا کمزور گھوندا
بن بن کے یوں ہی صدیوں سے ہم ٹوٹ رہے ہیں

حالات کا یہ رخ بھی حیات آپ سمجھ لیں
کیوں ظلم باندازِ کرم ٹوٹ رہے ہیں



ہر گزرتے لمحے نے یہ پیام چھوڑا ہے
اُن گنت مسائل ہیں اور وقت تھوڑا ہے

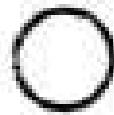
سیم وندے ملتی ہے عظمتوں کی تابانی
ہم سے کچھ فیقروں نے یہ طلسم توڑا ہے

کل اسی کے آنگن میں صبح مسکرائے گی
آج کے تقاضوں سے جس نے رشتہ جوڑا ہے

ہم کریں شکایت کیا اس پہ اور پیار آیا
اس نے آئینہ دل کا اس ادا سے توڑا ہے

اور سونے والوں کی نیند ہو گئی گہری
دھوپ کی تمازت نے جس قدر چھوڑا ہے

کیوں ہر اس طاری ہے نو شگفتہ غنچوں پر
اے حیات پھولوں کا کس نے رس پھوڑا ہے



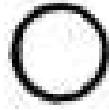
ابکھن میں اُجالا ہے حیرت میں اندھیرا ہے
دنیا تے آگن میں یہ کھیا سویرا ہے

صدیوں سے ہے روز و شب چہرں کا غریب
لحاح کا آئینہ تیرا ہے نہ میرا ہے

فطرت نے عطا کی ہے یہ بے سروسامانی
دل خانہ بدوشوں کا اجیڑا ہوا ڈیرا ہے

سانسوں سے سبک ہو کر بڑھ جاتے ہیں آگے
یہ پیکرِ خاکی تو اک رین بسیرا ہے

سرمایہ اصولوں کا رکھ گھر میں حیات پانے
ہر گام یہاں رہن ہر موڑ بسیرا ہے



ہر صبح نکلتے ہیں ہر شام کوڑھلتے ہیں
سورج کی طرح ان کے انداز بدلتے ہیں

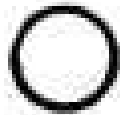
شاید کسی راہی کو سائے کی ضرورت ہو
اس واسطے اسے یار و ہم دھوپ میں چلتے ہیں

یہ رات کی تاریکی قاصد ہے سویبے کی
جذبے کی حرارت سے پتھر بھی پگھلتے ہیں

چہروں کے تغیر کا احساس نہیں ہم کو
ہم جب بھی بستے ہیں آئینے بدلے ہیں

احساس و عمل دونوں میں دشمنِ جانِ دل
پرولنے بھی جلتے ہیں دیولنے بھی جلتے ہیں

منزل نے حیات ان کے خود بیکہ قدم چوسے
منزل کا یقین لے کر گھر سے جو نکلنے ہیں



مقابل اپنے حقیقت کا آئینہ رکھنا
اندھیری راتیں دروازہ مت کھلا رکھنا

یہ سوز و کرب مجھے تجربوں نے بخشا ہے
جلانا طمع تو دامن سے فاصلہ رکھنا

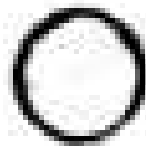
نہ توڑی اس لئے میں نے سکوت کی زنجیر
ابھی ہے ان سے مخاطب کا سلسلہ رکھنا

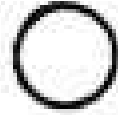
کشش زمیں کی توازن درست کھمبے
بکھرنا ہو تو فضاؤں سے رابطہ رکھنا

خود اپنے واسطے بہتر جسے سمجھتے ہو
وہی سلوک مرے واسطے روا رکھنا

آفتاب کھرے کی ڈالے ہوئے ہے سر کھائی
درست اپنی نگاہوں کا زاد یہ رکھنا

میں کر رہا ہوں مکمل حیات کا پسیر
جفا کا کرتی بھی پہلو نہ تم اٹھا رکھنا





خود سے ملنے کے لئے بھیس بدل کر جانا
آئینہ خانے میں جانا تو سنبھل کر جانا

ایک پروانے کے جل بجھنے کا حاصل معلوم
بزم سے شمع کی مانند بجھل کر جانا

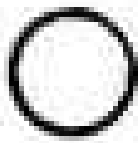
میرا مقصد تھا سنور جائیں وفا کی راہیں
ودنہ دشوار نہ تھا راہ بدل کر جانا

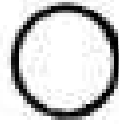
وادی عشق میں چاہو جو مہک سانسوں کی
موج صہبا کی طرح جام میں ڈھل کر جانا

نبضِ کونین کی دھڑکن سے عمل کی آہٹ
میں نے اس راز کو ساحل سے نکل کر جانا

دامن فقر میں سایہ ہے جہاں گسیری کا
لیکن اکبر کی طرح دھوپ میں چل کر جانا

اے حیات اے سی احساس نے بڑھنے نہ دیا
کتنا آسان تھا گرتوں کو کچل کر جانا





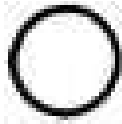
تم فریب کھاتے ہو ہم فریب کھاتے ہیں
 قہقروں کے دامن میں دونوں غم چھپا نہیں

جان بوجھ کر ساقی ہم جو لکڑ کھراتے ہیں
 طنز کرنے والوں کا ظرف آزماتے ہیں

احتیاط سے پھینکو سنگ بدگمانی کے
 دوستی کے آئینے ان سے ٹوٹ جاتے ہیں

غیر نچتہ رنگوں سے مت رنگو لباسوں کو
 رت بدلتے ہی یارو یہ بھی چھوٹ جاتے ہیں

پوچھتا ہے جب کوئی حال اے حیات اپنا
 آنکھیں بھیگ جاتی ہیں ہونٹ مسکراتی ہیں



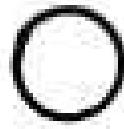
بہرہ ہے گل ہے اور نہ کوئی درخت ہے
اے دوستو وفادہ گزرگاہِ سخت ہے

حالات کی تپش نے ابھی ہونٹ خشک ہیں
کیسے کہوں کہ آپ کا لہجہ کرخت ہے

اب تک نہ جس کے سائے میں کوئی پنپ سکا
انسان کی ہوس وہ گھیرا درخت ہے

مغموم کیسے سمجھیں اشارے کناٹے سے
ہر مطلعِ نگاہ کا مصرعِ دولخت ہے

جس شکل میں حیات کو تم چاہو ڈھالو
پھولوں کی سیج ہے یہی کانٹوں کا تخت ہے



آئینے سے ہم شکوہ بیداد کریں کیا
حیراں ہیں کہ خود اپنے سے فریاد کریں کیا

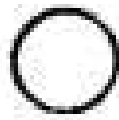
موسم کی طرح روز بدل جاتے ہیں چہرے
لے محفل ہستی مجھے آباد کریں کنہیا

ہے مشورہ احباب کا ہم خود کو بھلا دیں
اب تو ہی بتا اے دلِ ناشاد کریں کیا

مدت ہوئی لوٹے نہیں یادوں کے پرندے
جو بھولے ہوں خود کو وہ مجھے یاد کریں کیا

ہم خود ہی طلسمِ ہوس و حرص میں گم تھے
تھی اپنا خطا، شکوہ صیاد کریں کیا

ہے پیاس سے احساسِ حیات آج بھی زخمی
اے ساتھی میخانہ تجھے یاد کریں کیا



آج حالت ہے وہی فن کے پرستاروں کی
راکھ کے ڈھیر میں جو کیفیت انگاروں کی

دھوپ مقصد کی جنھیں گرم سفر رکھتی ہے
کیا سکوں پائیں گے وہ چھاؤں میں دیواروں کی

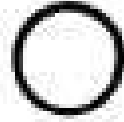
اہل ظاہر کی پریشاں نظری ظاہر ہے
اہمیت دیکھ کے محشر میں گنہگاروں کی

جب ہوا ساقیائے خانہ کرم آساہ
لذت نشہ لبی بڑھ گئی مہسوخاروں کی

دور حاضر میں سیاست کی نظر بندی ہے
سرحدیں مل گئیں ویرانوں سے گلزاروں کی

آئینہ دل کا حیات آپ بچا کر گزریں
دور تک گرد ہے گرتی ہوئی دیواروں کی





مشعل کی طرح بڑھ کر ہر رات کو سر کرنا
کیا شمع کی صورت سے دور کے عمر کرنا

احساس کی تاریکی ہے قاتل خود داری
محنت کے اجاتے میں ہستی کا سفر کرنا

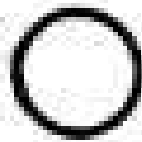
لفظوں میں چھپا لینا چہرے کے تغیر کو
اقرار محبت سے انکار اگر کرنا

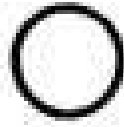
یہ باخبری کیلے مفہوم خودی کیلے
تھکرا کے ہر اک ساحل کھتی کا سفر کرنا

خرمن سے الگ رکھنا ذات کے شعلوں کو
تم شہر خلاؤں میں آباد اگر کرنا

موسم کے بدلنے سے ہم ادرہیں بدلیں
فطرت ہے گلابوں کی کانٹوں میں بسر کرنا

تنقید کا آئینہ دکھلائے اگر کوئی
تو پہلے حیات اپنے چہرے پہ نظر کرنا





احساں کا بوجھ دوش خودی پر نہ اب اٹھاؤ
مت اس قدر جھکو کہ سہا سہ سے ٹوٹ جاؤ

حائل ہو وقت راہ میں مت فاصلہ بڑھاؤ
ایسا نہ ہو کہ بھرنہ سکیں دوریوں کے گھاؤ

ٹھٹھرا ہوا ہے شہر تفسا فل کی برف سے
پھرے جلاؤ قربت داخلہ کے آلاؤ

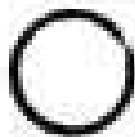
کیا فائدہ دکھانے سے سورج کو آئینہ
تاریکیوں میں بن کے دیا راستہ دکھاؤ

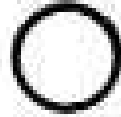
جب بھی ملیں تو عکس تعلق دکھائی دے
تم آئینہ بنو تو مجھے آئینہ بناؤ

سیاروں کی طرح سے نہ بھٹکو خلاؤں میں
تم پھر مرے خیال کے محور پر لوٹ آؤ

پھر تیز بارشیں ہوں تو دریا سے ہم ملیں
لایا ہے اس مقام پر سیلاب کا بہاؤ

جب ہے حیات سنگِ دلوں سے معاملہ
نہیوں آئینہ بنو کہ لگے ٹھہیں ٹوٹ جاؤ





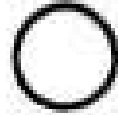
مہر و ماہ کی صورت روز و شب نکلتا ہے
میں سفیر اجالوں کا میرا کام چلتا ہے

کائنات ہستی میں اہل دل کی بستی میں
شمع کی طرح مجھ کو ساری رات جلتا ہے

منزل یقین میں ہے منزل آگہی میری
دوریوں کو قدموں کی آہٹوں میں ڈھلتا ہے

آدمی کو اندیشے بے عمل بناتے ہیں
پہلے لڑکھڑانا ہے بعد میں سنبھلنا ہے

کوٹھیوں سے کٹیوں تک روشنی پہنچ جائے
اس طرح چراغوں کا زادیہ بدلتا ہے



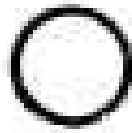
مہ د مہر جس کی تجلیاں اسی رخ کا آئینہ دار ہوں
ہے گرفت گردشِ وقت پر میں اسیر گیسوے یار ہوں

تری پائے ناز کے فیض سے مری عظمتیں مری فحشیں
ہیں بلندیاں مری مدہ گزر تری رہ گزر کا غبار ہوں

میں جدھر سے ہو کے گزر گیا ترا تذکرہ بھی مہک اٹھا
ترے نام سے مرا سلسلہ میں نقیبِ فصل بہار ہوں

نہ یقین کا کوئی بسلسلہ نہ گمان کا کوئی مرحلہ
میں امین ہوں ترے عشق کا، میں تری نظر کا قمار ہوں

نہ رہے حیات سے رابطہ تو کشش رہے نہ رہے جلا
ہے زمانہ وہم میں مبتلا کہ میں آئینے کا غبار ہوں



جاری ہیں سوالوں سے جوابات کے دریا
بے سمت ہیں صدیوں سے نظریات کے دریا

گہرائی، تعلق نہ حرارت نہ تعلق،
اس دور میں انسان ہیں برسات کے دریا

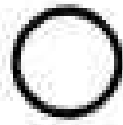
رک جاتی ہے تہذیب و تمدن کی روانی
جب سوکھنے لگتے ہیں روایات کے دریا

تخریب کے گھڑیاں نکل جائیں گے کچھ
روکے نہ گئے گریہ فسادات کے دریا

دیواروں سے فطرت کہیں محصور ہوئی ہے
ریخ اپنا ہلتے نہیں جذبات کے دریا

تعمیر کا محور ہے، محبت کا ہے سنگم
جس موڑ پہ ملتے ہیں خیالات کے دریا





جاری ہے مدتوں سے مری ذات کا سفر
یہ کس کی جستجو میں ہے دن رات کا سفر

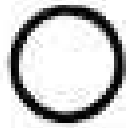
کھو جائیں گے وہ اجنبی قدموں کی گرد میں
باتوں سے طے کریں گے جو حالات کا سفر

کرنوں نے بڑھ کے صبح کی پردہ نمائی کی
جس موڑ پر تمام ہوا رات کا سفر

بے رابطہ ہے اس طرح شہروں کی زندگی
جیسے اندھیری رات میں برسات کا سفر

جب سے کیا ہے ہم نے بزرگوں سے انحراف
بے سمت ہو گیا ہے خیالات کا سفر

یہ بزم کائنات اجڑ جائے گی حیات
جس روز ختم ہوگا یہ ذرات کا سفر



حلقوں میں دائروں میں حصاروں کی قید میں
صدیوں سے زندگی ہے گھبرندوں کی قید میں

پردے انھیں تو ساری فضا جگمگاٹھے
ہے اس قدر اجالا دریچوں کی قید میں

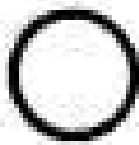
رشتے، اصول، نام و نسب، دولت و وقار
اک آدمی ہے اتنے غلاموں کی قید میں

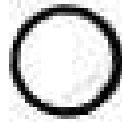
دونوں پہ سکراتے ہیں زنداں کے باک و در
ہیں قید کرنے والے اسیروں کی قید میں

تعمیر کے چراغ ہیں پیمانے ظریف کے
دریا اسی لیے ہے کناروں کی قید میں

سنستے ہیں اجنبی کی طرح اپنی آہستہ
ہم بھرے جانے والے ہیں غار کی قید میں

نوکِ قلم سے صدیوں کو کرتے رہے اسیر
لیکن حیات گزر رہی ہے لہجوں کی قید میں





حسن زندگی میں ہے عزم کی روانی سے
راستے نہیں بنتے پُر سکون پانی سے

گھر اجاڑنے والے کاشس سوچتے بھی
گھر بسائے جاتے ہیں کتنی جاں فشانی سے

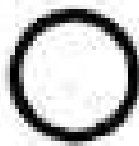
میں گھرا ہوں دانتوں میں اکے بان کی ہوڑ
اپنی صاف گوئی سے اپنی حق بیانی سے

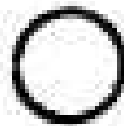
پردہ یقین میں رکھ آئینہ محبت کا
عکس دھندلے ہوتے گرد بدگمانی سے

ہم مزاج اردو ہیں ہم یقین کر لیں گے
جھوٹ بولے لیکن بولے روانی سے

اب انھیں یہ شکوہ ہے ہم زباں نہیں کوئی
 پہلے مطمئن تھے وہ میری بے زبانی سے

درس گاہِ فطرت ہے زندگی حقیقت ہے
 کیا حیات سے رشتہ قصے اور کہانی سے



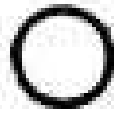


گمان کی حدود میں ہے اب شعور آگئی
لے پھرے ہے کاسے طلب شعور آگئی

وہی پونچ سکے گمان کی راہ سے یقین تک
عطا کرتے ہے جن کو میر رب شعور آگئی

جو دل کی رہنمائی میں چلیں عمل کی راہ پر
جمال کائنات کا سبب شعور آگئی

ابھ گئی ہے کائنات مسئلوں کے جال میں
گزر گئی ہے اپنی حد سے جب شعور آگئی



جاہتوں کے زرخ میں حسرتوں کے گھیرے میں
تشع کی طرح ہم بھی رہتے ہیں اندھیرے میں

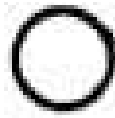
یہ سفر تجسس کا ختم کیوں نہیں ہوتا
اب تو اس کے بھی سو گئے اندھیرے میں

ذات کے اجالے میں کائنات کو دیکھو۔۔
عکس دے نہیں سکتا آئینہ اندھیرے میں

ماہر کے چہرے سے کیا اتر گیا چہرہ
ہے سکوت سرگوشی کیوں ہر لکڑیہ میں

ہم بھی کیا تماشہ ہیں وسعتیں بتانے کو
حاکمے بتاتے ہیں قید ہو کے گھیرے میں

ان کے گیسوئے رخ سے جب حیات نسیج،
امیاز بریں کیا شام اور سویرے میں



حسرتوں کی محفل میں عمروں گزار آئے
بیقرار پہونچے تھے اٹھ کے بیقرار آئے

خود ضمیر سے اپنے غیر مطمئن ہیں جو
کیا مری دفاؤں کا ان کو اعتبار آئے

جو سکوت کو تیرے بخشے تھے... گویا
ان لطیف لمحوں کو ہم کہاں گزار آئے

ان کے لب یوں ساکت ہیں جیسے خشک پتھر یا
جو دعائیں کرتے تھے موسم بہار آئے

جس تجو کی منزل میں وہ مقام آیا ہے
جس جگہ خود اپنے پر آدمی کو پیار آئے

باز گشت رقصاں ہے اپنے ہی صداؤں کی
ہم حیات کو جا کر ہر طرف پکار آئے



عمل کے حسن سے خود کو نکھارتے جائیں
دلوں میں پیار کا جذبہ ابھارتے جائیں

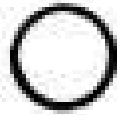
خلوص و عشق کی تابانیاں عطا کر کے
جمالِ ردے بشر کو نکھارتے جائیں

یہ سوچ کر چلے آئے ہیں بزمِ ہستی میں
تک بھی جو قسرض لیا تھا اتارتے جائیں

طلسمِ تیرہ شبی ٹوٹنے ہی والا ہے
یقین صبحِ یے شب گزارتے جائیں

ہم اس خیال سے خود کارواں کے چمچے ہیں
جو سو گئے ہیں انھیں بھی پکارتے جائیں

حیاتِ ان کی تباہی میں کس کو شک ہوگا
جو جیتنے کی تمنا میں ہار تے جائیں



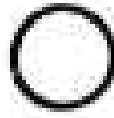
سِل اشکباری ہے موج بیقراری ہے
درد کا سمندر اب زندگی ہماری ہے

فکر کے دریچے اب کھولتا نہیں کوئی
آج ذہن انسان پر اتنا خوف طاری ہے

ہم کسی کے عیبوں کو کیا دکھائیں اُنہیں
اپنے ہی گناہوں سے ہم شرمساری ہے

ان کو بھول جائیں ہم مشورہ ہے یاروں کا
جذبہ محبت کیا اتنا احتیاری ہے

سب کو جلتے دیکھ لے اپنی آگ میں لیکن
ہم نے بن کے پروانہ زندگی گزاری ہے



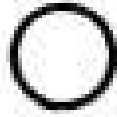
کرب، یاس، تنہائی، شعر، جامِ یلوا آئے
اک تجھے بھلانے کو کتنے نام یاد آئے

صرف کر دیا ہم نے دن تو خواب بنے ہیں
جب ہوئے اسیر شب سارے کا یاد آئے

آئینہ ہوا جب بھی عکس دو بجا ضرر کا
نشہ کام یاد آئے خالی جام یاد آئے

دل کے ساتھ منظر بھی زاویہ بدلتا ہے
چہرہ مکر دیکھیں، زلفِ شام یاد آئے

ہو گیا ادھر اپنی اسنادِ ہن پر حاوی
جتنے قصے یاد آئے نا تمام یاد آئے



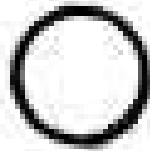
لفظوں سے بنا کر ہم تصویر گلابوں کی
تعبیر بتاتے ہیں دیکھے ہوئے خوابوں کی

جذبات کے آئینے حالات نے توڑے ہیں
فرصت نہ سوالوں کی، زحمت نہ جوابوں کی

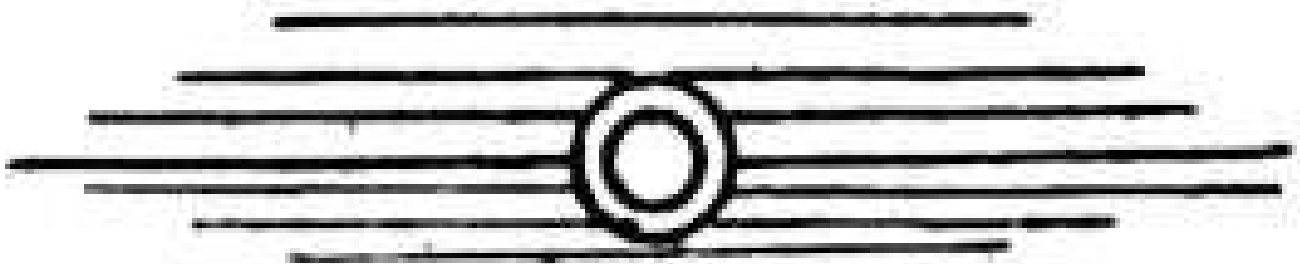
دیکھیں جو کھلا چہرہ وہ اجنبی لگتا ہے
ماحول پہ چھائی ہے وہ گرد نقابوں کی

بے نام جزیروں کو آباد کیا میں نے
ہستی کا سمندر ہے بستی مرے خوابوں کی

کیا علم کی قیمت ہے معلوم ہوا مجھ کو
فہرست مجھے جب دی بچوں نے کتابوں کی



لفظوں کا خرچ روک، کفایت شعار بن
وانشوروں میں بیٹھ، علامت نگار بن
خدمت کے آئینے میں ہے مخدومیت کا عکس
فرقِ خودی جھکا کے عبادت گزار بن



کتبہ: عبدالمنان، بہرائچی، بکھڑا

آئینہ عمل امیں

☆ بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے

☆ بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے

☆ بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے

☆ بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے

سید حیات والی

☆ بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے

☆ بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے

☆ بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے

☆ بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے بیخلاف عزت کو اور نہ سب جیتنے کا حکم خداوند نہ دے گا کہ جس نے